طنز و مزاح

طنز اور مزاح دو الگ الگ لفظ ہیں۔ طنز معاشرے کی ناہمواریوں اور اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کے خلاف صدائے احتجاج ہے۔ طنز چونکہ تلخ ہوتا ہے اس لیے اس میں مٹھاس پیدا کرنے کے لیے طنز نگار مزاح کا سہارا لیتا ہے تاکہ فرد یا معاشرے پر ہونے والی زیادتیوں کی نشان دہی بھی ہو جائے اور طنز پڑھنے والوں کے لیے طنز قابل مطالعہ بھی بن جائے۔

مزاح زندگی کی ناہمواریوں کے اس ہمدردانہ شعور کا نام ہے جس کا فنکارانہ اظہار کیا جائے۔ مزاح نگاری کے لیے موازنہ، زبان و بیان کی بازی گری، مزاحیہ صورت واقعہ، کسی مزاحیہ کردار کی تخلیق اور پیروڈی یعنی تحریف جیسے پانچ حربوں سے کام لیا جاتا ہے۔ طنز اور مزاح میں فرق یہ ہے کہ طنز نفرت اور برہمی سے جنم لیتا ہے جبکہ مزاح محبت اور ہمدردی سے۔ طنز میں زہرناکی، نشتریت، کاٹ، طعن، عناد، تضحیک اور بعض اوقات جھلاہٹ اور چڑچڑاپن نمودار ہو جاتا ہے جب کہ مزاح ان سے بری ہوتا ہے اور صرف اپنی لطافت کے سہارے زندہ رہتا ہے۔ خالص مزاح کو طنز کی ضرورت نہیں لیکن طنز ہر حال میں مزاح کا محتاج ہے۔ طنز لازمی طور پر کسی اصلاحی مقصد کا پابند ہوتا ہے جبکہ مزاح کا مقصد محض مسرت آفرینی بھی ہو سکتا ہے۔ طنزیہ اور مزاحیہ بیان نسبتاً زیادہ پُراثر اور دل نشیں ہوتا ہے۔

طنز و مزاح ادب کی صنف نہیں بلکہ دو صفات ہیں۔ اس لیے یہ نظم و نثر کی ہر صنف میں جلوہ گر ہو سکتے ہیں۔ اُردو نثر میں طنز و مزاح کی سب سے پہلی صورت غالب کے خطوط میں ملتی ہے۔ اس کے بعد ''اودھ پنچ'' کے نثر نگار آتے ہیں جن میں منشی سجاد حسین، پنڈت رتن ناتھ سرشار، مرزا مچھو بیگ ستم ظریف، پنڈت تربھون ناتھ، سید محمد آزاد، منشی جواہر پرشاد برق زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ مزاح نگاری کے اگلے دور میں تین نام سرِفہرست ہیں یعنی فرحت اللہ بیگ، پطرس بخاری اور رشید احمد صدیقی، ان کے بعد عظیم بیگ چغتائی، مُلا رموزی اور شوکت تھانوی وغیرہ کا نام آتا ہے۔ خواجہ حسن نظامی، امتیاز علی تاج اور کنہیالال کپور نے بھی مزاح میں نام پیدا کیا۔ جدید دور میں ابن انشا، مشتاق احمد یوسفی، کرنل محمد خاں، شفیق الرحمٰن، ضمیر جعفری اور عطاء الحق قاسمی اہم مزاح نگار ہیں۔

احمد شاہ پطرس بخاری

سالِ ولادت: ۱۸۹۸ء　　سالِ وفات: ۱۹۵۸ء

پطرس بخاری کا اصل نام سید احمد شاہ تھا۔ پطرس بخاری آپ کا قلمی نام تھا۔ ان کے والد کا نام سیّد اسد اللہ تھا۔ پطرس پشاور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پشاور ہی میں حاصل کی اور مزید تعلیم کے لیے لاہور چلے گئے جہاں گورنمنٹ کالج سے انگریزی میں ایم۔اے کیا اور گولڈ میڈل حاصل کیا۔ پھر وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے انگلستان روانہ ہوگئے اور کیمبرج یونیورسٹی سے آنرز کیا۔ انگلستان سے واپسی پر وہ گورنمنٹ کالج لاہور میں انگریزی کے استاد کی حیثیت سے خدمات انجام دینے لگے۔ ۱۹۳۷ء میں وہ آل انڈیا ریڈیو دہلی سے منسلک ہوگئے اور ترقی کرتے کرتے ڈائریکٹر جنرل کے عہدے پر پہنچ گئے۔

قیامِ پاکستان کے بعد پطرس لاہور آگئے اور گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ وہ بے پناہ صلاحیتوں کے مالک تھے اور انگریزی زبان پر غیر معمولی عبور رکھتے تھے۔ اس لیے انھیں کئی اہم بین الاقوامی کانفرنسوں میں پاکستان کے نمائندے کی حیثیت سے شرکت کے لیے بھیجا جاتا رہا۔ بعد ازاں حکومتِ پاکستان کی جانب سے انھیں اقوامِ متحدہ کا مستقل مندوب مقرر کر دیا گیا۔ ۱۹۵۰ء میں وہ اقوامِ متحدہ کے اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل کے عہدے پر فائز ہوئے۔ نیویارک ہی میں وہ ۵ دسمبر ۱۹۵۸ء کو رحلت فرما گئے۔

احمد شاہ پطرس بخاری انگریزی زبان و ادب کے بڑے عالم اور اردو کے منفرد مزاح نگار تھے۔ ان کی تحریروں میں طنز اور مزاح کا بہت عمدہ امتزاج ہے جس میں زبان و بیان کی جملہ خوبیاں بھی ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔ ان کی تحریر میں کمال کی روانی، شگفتگی اور لطافت کے عناصر ملتے ہیں جو قاری کو عمدہ مزاحیہ تحریر سے بھی آشنا کرتے ہیں اور طنز و مزاح کے مخصوص انداز میں کئی اہم مسائل سے بھی روشناس کراتے ہیں۔ ان کے مضامین ان کے مخصوص اسلوبِ نگارش کے علاوہ ان کی وسعتِ مطالعہ کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔

''پطرس کے مضامین'' ان کے مزاحیہ مضامین پر مشتمل ایک زندۂ جاوید مجموعہ ہے جو بہت مختصر ہونے کے باوجود اردو کے مزاحیہ ادب میں بڑا اہم اور باوقار مقام کا حامل ہے۔

میبل اور میں

میبل لڑکیوں کے کالج میں تھی، لیکن ہم دونوں کیمبرج یونیورسٹی میں ایک ہی مضمون پڑھتے تھے۔ اس لیے اکثر لیکچروں میں ملاقات ہو جاتی تھی۔ اس کے علاوہ ہم دوست بھی تھے۔ کئی دلچسپیوں میں ایک دوسرے کے شریک ہوتے تھے۔ تصویروں اور موسیقی کا شوق اسے بھی تھا، میں بھی ہمہ دانی کا دعویدار۔ اکثر گیلریوں[1] یا کانسرٹوں[2] میں اکٹھے جایا کرتے تھے۔ دونوں انگریزی ادب کے طالب علم تھے۔ کتابوں کے متعلق باہم بحث مباحثے رہتے۔ ہم میں سے اگر ایک کوئی نئی کتاب یا نیا ''مصنف'' دریافت کرتا تو دوسرے کو ضرور اس سے آگاہ کر دیتا اور پھر دونوں مل کر اس پر اچھے برے کا حکم صادر کرتے۔

لیکن اس تمام یک جہتی اور ہم آہنگی میں ایک خلش ضرور تھی۔ ہم دونوں نے بیسویں صدی میں پرورش پائی تھی۔ عورت اور مرد کی مساوات کے قائل تو ضرور تھے تاہم اپنے خیالات میں اور بعض اوقات اپنے رویئے میں ہم کبھی نہ کبھی اس کی تکذیب ضرور کر دیتے تھے۔ بعض حالات کے ماتحت میبل ایسی رعایت کو اپنا حق سمجھتی اور بعض اوقات میں تحکم اور رہنمائی کا رویہ اختیار کر لیتا جس کا مطلب یہ تھا کہ گویا ایک مرد ہونے کی حیثیت سے میرا فرض یہی ہے۔ خصوصاً مجھے یہ احساس بہت زیادہ تکلیف دیتا تھا کہ میبل کا مطالعہ مجھ سے بہت زیادہ ہے۔ اس سے میرے مردانہ وقار کو صدمہ پہنچتا تھا۔ کبھی کبھی میرے جسم کے اندر میرے ایشیائی آباء واجداد کا خون جوش مارتا اور میرا دل جدید تہذیب سے باغی ہو کر مجھ سے کہتا کہ مرد اشرف المخلوقات ہے۔ اُس طرف میبل عورت مرد کی مساوات کا اظہار مبالغہ کے ساتھ کرتی تھی۔ یہاں تک کہ بعض اوقات ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ عورتوں کو کائنات کی رہبر اور مردوں کو حشرات الارض سمجھتی ہے۔

لیکن اس بات کو میں کیونکر نظر انداز کرتا، کہ میبل ایک دن دس بارہ کتابیں خریدتی اور ہفتہ بھر کے بعد انھیں میرے کمرے میں پھینک کر چلی جاتی اور ساتھ ہی کہہ جاتی کہ میں انھیں پڑھ چکی ہوں، تم بھی پڑھ چکو گے تو ان کے متعلق باتیں کریں گے۔

اوّل تو میرے لیے ایک ہفتہ میں دس بارہ کتابیں ختم کرنا محال تھا لیکن فرض کیجیے مردوں کی لاج رکھنے کے لیے راتوں کی نیند حرام کر کے ان سب کا پڑھ ڈالنا ممکن بھی ہوتا تو بھی ان میں دو یا تین کتابیں فلسفے یا تنقید کی ضرور ایسی ہوتیں کہ ان کو سمجھنے کے لیے مجھے کافی عرصہ درکار ہوتا۔ چنانچہ ہفتہ بھر کی جانفشانی کے بعد ایک عورت کے سامنے اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا کہ میں اس دوڑ میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ جب تک وہ میرے کمرے میں بیٹھی رہتی، میں کچھ کھسیانا سا ہو کر اس کی باتیں سنتا رہتا اور وہ نہایت عالمانہ انداز میں بھویں اوپر چڑھا چڑھا کر باتیں کرتی۔ جب میں اُس کے لیے دروازہ کھولتا یا اس کے سگریٹ کے لیے دیا سلائی جلاتا، یا اپنی سب سے زیادہ آرام دہ کرسی اس کے لیے خالی کر دیتا، تو وہ میری خدمات کو حقِ نسوانیت نہیں بلکہ حق استادی سمجھ کر قبول کرتی۔

میبل کے چلے جانے کے بعد ندامت بتدریج غصے میں تبدیل ہو جاتی۔ جان یا مال کا ایثار سہل ہے لیکن آن کی خاطر نیک سے نیک انسان بھی ایک نہ ایک دفعہ تو ضرور ناجائز ذرائع کے استعمال پر اتر آتا ہے۔ اسے میری اخلاقی پستی سمجھیے لیکن یہی حالت میری بھی ہو گئی۔ اگلی دفعہ جب میبل سے ملاقات ہوئی تو جو کتابیں میں نے نہیں پڑھی تھیں ان پر بھی میں نے رائے زنی شروع کر دی لیکن جو کچھ کہتا سنبھل سنبھل کر کہتا تھا۔ تفصیلات کے متعلق کوئی بات منہ سے نہ نکالتا تھا، سرسری طور پر تنقید کرتا تھا اور بڑی ہوشیاری اور دانائی کے ساتھ اپنی رائے کو جدّت کا رنگ دیتا تھا۔

۱۔ Gallary ۲۔ Concert

کسی ناول کے متعلق میبل نے مجھ سے پوچھا تو جواب میں نہایت لاابالیانہ کہا۔

''ہاں اچھی ہے' لیکن کچھ ایسی اچھی بھی نہیں۔ مصنف سے دورِ جدید کا نقطۂ نظر کچھ نبھ نہ سکا لیکن پھر بھی بعض نکتے نرالے ہیں۔ بری نہیں، بری نہیں۔''

کنکھیوں سے میبل کی طرف دیکھتا گیا لیکن اسے میری ریاکاری بالکل معلوم نہ ہونے پائی۔ ڈرامے کے متعلق کہا کرتا تھا۔

''ہاں پڑھا تو ہے لیکن ابھی تک میں یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ جو کچھ پڑھنے والے کو محسوس ہوتا ہے' وہ اسٹیج پر جا کر بھی باقی رہے گا یا نہیں۔ تمھارا کیا خیال ہے؟''

اور اس طرح سے اپنی آن بھی قائم رہتی اور گفتگو کا بار بھی میبل کے کندھوں پر ڈال دیتا۔

تنقید کی کتابوں کے بارے میں فرماتا'

''اس نقاد پر اٹھارویں صدی کے نقادوں کا کچھ اثر معلوم ہوتا ہے لیکن یونہی نامعلوم سا کہیں کہیں۔ بالکل ہلکا سا' اور شاعری کے متعلق اس کا رویہ دلچسپ ہے، بہت دلچسپ، بہت دلچسپ۔''

رفتہ رفتہ مجھے اس فن میں کمال حاصل ہو گیا۔ جس روانی اور نفاست کے ساتھ میں ناخواندہ کتابوں پر گفتگو کر سکتا تھا اس پر میں خود حیران رہ جاتا تھا۔ اس سے جذبات کو ایک آسودگی نصیب ہوئی۔

اب میں میبل سے نہ دبتا تھا' اسے بھی میرے علم و فضل کا معترف ہونا پڑا۔ اگر وہ ہفتہ میں دس کتابیں پڑھتی تھی تو میں صرف دو دن کے بعد ان سب کتابوں پر رائے زنی کر سکتا تھا۔ اب اس کے سامنے ندامت کا کوئی موقع نہ تھا۔ میری مردانہ روح میں اس احساسِ فتح مندی سے بالیدگی سی آ گئی تھی۔ اب میں اس کے لیے کرسی خالی کرتا تو عظمت و برتری کے احساس کے ساتھ جیسے ایک تجربہ کار تنومند نوجوان ایک نادان کمزور بچی کی حفاظت کر رہا ہو۔

صراطِ مستقیم پر چلنے والے انسان میرے اس فریب کو نہ سراہیں تو نہ سراہیں' میں کم از کم مردوں کے طبقے سے اس کی داد ضرور چاہتا ہوں۔ خواتین میری اس حرکت کے لیے مجھ پر دہری دہری لعنتیں بھیجیں گی کہ ایک تو میں نے مکاری اور جھوٹ سے کام لیا اور دوسرے ایک عورت کو دھوکا دیا۔ ان کی تسلی کے لیے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ یقین مانیے کئی دفعہ تنہائی میں میں نے اپنے آپ کو برا بھلا کہا۔ بعض اوقات اپنے آپ سے نفرت ہونے لگتی۔ ساتھ ہی اس بات کا بھلانا بھی مشکل ہو گیا کہ میں بغیر پڑھنے ہی کے علمیت جتاتا رہتا ہوں۔ میبل تو یہ کتابیں پڑھ چکنے کے بعد گفتگو کرتی ہے۔ بہرحال اس کو مجھ پر تفوق تو ضرور حاصل ہے۔ میں اپنی کم علمی ظاہر نہیں ہونے دیتا لیکن حقیقت تو یہی ہے نا، کہ میں وہ کتابیں نہیں پڑھتا۔ میری جہالت اس کے نزدیک نہ سہی' میرے اپنے نزدیک تو مسلم ہے۔ اس خیال سے اطمینانِ قلب پھر مفقود ہو جاتا۔

علالت کے دوران میں میرا دل زیادہ نرم ہو جاتا ہے۔ بخار کی حالت میں کوئی ناول پڑھتے وقت بھی بعض اوقات میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ صحت یاب ہو کر مجھے اپنی اس کمزوری پر ہنسی آتی ہے' لیکن اس وقت اپنی کمزوری کا احساس نہیں ہوتا۔ میری بدقسمتی کہ ان ہی دنوں مجھے خفیف انفلوئنزا ہوا، مہلک نہ تھا' بہت تکلیف دہ بھی نہ تھا' تاہم گزشتہ زندگی کے تمام چھوٹے چھوٹے گناہ، گناہ کبیرہ بن کر نظر آنے لگے۔ میبل کا خیال آیا تو ضمیر نے سخت ملامت کی اور میں بہت دیر تک بستر پر پیچ و تاب کھاتا رہا۔ شام کے وقت میبل کچھ پھول لے کر آئی۔ خیریت پوچھی' دوا پلائی' ماتھے پر ہاتھ رکھا' میرے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ میں نے کہا' (میری آواز بھرائی ہوئی تھی) ''میبل مجھے خدا کے لیے معاف کر دو۔'' اس کے بعد میں نے اپنے گناہ کا اعتراف اور اپنے آپ کو سزا دینے کے لیے میں نے اپنی مکاری کی ہر ایک

تفصیل بیان کردی۔ ہر اس کتاب کا نام لیا جس پر میں نے بغیر پڑھے لمبی لمبی فاضلانہ تقریریں کی تھیں۔ میں نے کہا ''میبل پچھلے ہفتے جو تین کتابیں تم مجھے دے گئی تھیں ان کے متعلق میں تم سے کتنی بحث کرتا رہا ہوں لیکن میں نے ان کا ایک لفظ بھی نہیں پڑھا۔ میں نے کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور کہی ہوگی جس سے میرا پول تم پر کھل گیا ہوگا۔''

کہنے لگی ''نہیں تو۔''

میں نے کہا ''مثلاً ناول تو میں نے پڑھا ہی نہ تھا' کریکٹروں کے متعلق میں جو کچھ بک رہا تھا' وہ سب من گھڑت تھا۔''

کہنے لگی ''کچھ ایسا غلط بھی نہ تھا۔''

میں نے کہا ''پلاٹ کے متعلق میں نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ ذرا ڈھیلا ہے۔ یہ بھی ٹھیک تھا؟''

کہنے لگی ''ہاں' پلاٹ کہیں کہیں ڈھیلا ضرور ہے۔''

اس کے بعد میری گزشتہ فریب کاری پر وہ اور میں ہنستے رہے۔ میبل رخصت ہونے لگی تو بولی ''تو وہ کتابیں میں لیتی جاؤں؟''

میں نے کہا ''ایک تائب انسان کو اپنی اصلاح کا موقع تو دو۔ میں نے ان کتابوں کو اب تک نہیں پڑھا لیکن اب میں انھیں پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ انھیں یہیں رہنے دو۔ تم تو انھیں پڑھ چکی ہو۔''

کہنے لگی ''ہاں میں تو پڑھ چکی ہوں۔ اچھا میں یہیں چھوڑ جاتی ہوں۔''

اس کے چلے جانے کے بعد میں نے ان کتابوں کو پہلی دفعہ کھولا۔ تینوں میں سے کسی ایک کے ورق تک نہ کٹے تھے۔ میبل نے بھی انھیں ابھی تک نہ پڑھا تھا!

مجھے مرد اور عورت دونوں کی برابری میں کوئی شک باقی نہ رہا۔

(پطرس کے مضامین)

مشق

1- مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب لکھیں:

i- مصنف کہاں پڑھتے تھے؟

ii- کیا مصنف کے لیے دس بارہ کتابیں ایک ہفتہ میں پڑھنا ممکن تھا؟

iii- کتابیں پڑھے بغیر مصنف ان پر کیسے رائے زنی کرتا تھا؟

iv- تنقید کی کتابوں کے بارے میں مصنف نے کیا رائے دی ہے؟

v- اپنے گناہ کا اعتراف اور اپنے آپ کو سزا دینے کے لیے مصنف نے کیا کیا؟

2- سبق کے حوالے سے مندرجہ ذیل جملوں کی وضاحت کریں؟

i- بعض اوقات میں تحکم اور رہنمائی کا رویہ اختیار کر لیتا۔

ii- کبھی کبھی میرے جسم کے اندر میرے ایشیائی آباواجداد کا خون جوش مارتا اور میرا دل جدید تہذیب سے باغی ہو کر مجھ سے کہتا کہ مرد اشرف المخلوقات ہے۔

iii- تاہم گزشتہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے گناہ گناہ کبیرہ نظر آنے لگے۔

iv- لیکن جو کچھ کہتا تھا سنبھل سنبھل کر کہتا تھا۔ تفصیلات کے متعلق کوئی بات منہ سے نہ نکالتا۔

v- اب میں میبل سے نہ دبتا تھا، اسے بھی میرے علم و فضل کا معترف ہونا پڑا۔

3- مندرجہ ذیل بیانات میں سے درست کے سامنے (✓) اور غلط کے سامنے (×) کا نشان لگایئے:

i- میبل اور مصنف کا مضمون ایک ہی تھا۔

ii- میبل ہفتے میں دس بارہ کتابیں پڑھ لیتی تھی۔

iii- مصنف صرف پڑھی ہوئی کتابوں پر رائے زنی کرتا تھا۔

iv- رفتہ رفتہ مصنف کو تنقید کے فن میں کمال حاصل ہو گیا۔

v- مصنف نے اپنے گناہ کا اعتراف کر لیا۔

4- مندرجہ ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کریں:

خلش، مساوات، کائنات، روانی، مکاری۔

5- مندرجہ ذیل الفاظ کے واحد لکھیں:

خیالات، اوقات، حالات، تفصیلات، حرکات۔

6- ''میبل اور میں'' کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔

7- پطرس بخاری کے اسلوب تحریر پر نوٹ لکھیں۔

8- طنز اور مزاح میں کیا فرق ہے؟ مثالوں سے واضح کریں۔

☆☆.....☆☆.....☆☆